صراحی روتی اٹھی جام اشک بار اٹھا
پھر آج مۓ کدے سے ایک بادہ خوار اٹھا

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ

از:

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہ علینا

تعزیتی خطاب

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الانبياء و المرسلين،سيدنا وحبيبناوشفيعنا،محمد وآله و اصحابه اجمعين. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم : مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْه ،فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ، وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا [الأحزاب:۲۳]

تواضع وانکساری:

حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے متعلق کیا عرض کروں؟ مجھے عموماً باتیں یادنہیں رہتیں، بھول جاتا ہوں، پہلے تو میں تصحیح کرلوں،مولانا عبدالقیوم صاحب نے شروع میں حضرت سے اپنے تعلق کے قائم ہونے کی بات کہی ،اس سال حضرت رمضان گزارنے کی نیت سے یہاں (ڈابھیل) تشریف لائے تھے، یہ آپ کی بڑی تواضع اور انکساری کی بات تھی کہ ایک ایسے آدمی کے پاس استفادہ کی غرض سے آنا جوآپ کے شاگردوں اور تلامذہ کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے،اِس دور میں کوئی معمولی چیز نہیں ہے،اوراُس سال میں عمرہ میں نہیں گیا تھا، بلکہ دورانِ رمضان دوسرے عشرہ میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں دیو بند گیا تھا،اس وقت میں نے حضرت سے درخواست کی تھی کہ آپ اس سلسلہ کو یہاں جاری رکھیں۔

انتظامی صلاحیت؛ عظیم خوبی:

بہرحال! حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی عظیم صفات

سے نوازا تھا، سب سے بڑی خوبی آپ کی انتظامی صلاحیتیں تھیں ، حضرت جب یہاں (ڈابھیل) سے ترکیسر تشریف لے گئے اور وہاں آپ کا تقرر ہوا، اس وقت ترکیسر میں مسند اہتمام پر حضرت مولانا غلام محمد صاحب تھے۔ حضرت کو بحیثیت مدرس کے وہاں دعوت دی گئی تھی، کچھ مدت کے بعد وہاں کے ذمہ داروں نے یہ محسوس کیا کہ اگر ہم اہتمام اور نظامت کی ذمہ داری حضرت کے حوالہ کریں تو فائدہ ہوگا - ادھر حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کے مزاج میں کچھ سختی بھی تھی - لہٰذا ذمہ داروں نے حضرت کو وہاں کا مہتمم بنایا ، اور اُس وقت فلاح دارین کا جو درجہ اور مقام تھا ، وہاں سے حضرت نے اس کو اپنی انتظامی صلاحیت سے اُس مقام تک پہنچایا، جہاں آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ سب حضرت کی انتظامی صلاحیتوں کا صدقہ ہے، حضرت نے اپنے خون سے اس دار العلوم کو سینچا ہے ۔ مدرسین کے انتخاب کے لیے بھی بڑے بڑے سفر کیے، حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب نور اللہ مرقدہ کے تقرر کے سلسلہ میں مجھے خوب یاد ہے کہ دار العلوم دیوبند میں میرا پہلا سال تھا، حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ تشریف لائے تھے، اور ہمارے ہی کمرہ (کمرہ نمبر ٦٦) میں حضرت نے حضرت مولانا ذوالفقار صاحبؒ کو بلایا اور وہیں ان کا تقرر ہوا تھا۔ اسی طرح اور بھی حضرات مدرسین کے انتخاب کے لیے باقاعدہ دور دور کے اسفار کرنا اور مدرسہ کے نظم و انتظام کو بحسن وخوبی سنبھالنا حضرت کا ایک امتیازی وصف تھا۔

پورے ملک کا نظام چلا سکتے ہیں:

حضرت کے ہاں ہر چیز میں خاص اصول پر عمل کیا جاتا تھا۔ تعلیم کے معاملہ میں تو تھا ہی ، اسی طرح طلبہ کی رہائش کے سلسلہ میں ، ان کے کمروں کی نظافت اور صفائی کے سلسلے

میں، آج بھی حضرت کے قائم کردہ بہت سارے اصول دارالعلوم فلاح دارین میں برتے جارہے ہیں، اور ان ہی اصول پر آج بھی وہ مدرسہ اپنی شان قائم کیے ہوئے ہے۔ حضرت کی اس انتظامی صلاحیت سے متعلق حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی زبانی میں نے دو مرتبہ یہ بات سنی کہ ''مولانا کو اللہ نے ایسی انتظامی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ پورے ملک کا نظام بہتر سے بہتر طریقہ سے چلا سکتے ہیں، ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔'' حضرت قاری صاحبؒ، حضرت مولاناؒ کی اس انتظامی صلاحیت کے بہت زیادہ قائل تھے۔ اور اسی لیے حضرت ان سے بڑی محبت بھی فرمایا کرتے تھے۔ اِس زمانہ میں اس طرح اداروں کے نظم و انتظام کو سنبھالنا اور اس کو ترقی کی معراج تک پہنچانا معمولی چیز نہیں ہے، بہت بڑے دل گردے کا کام ہے، اس کے لیے آدمی کو اپنا خون جلانا پڑتا ہے، بڑی محنت کرنی پڑتی ہے، اس کے بعد یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مولانا نے واقعۃً بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اور ایسا نہیں کہ وہاں بیٹھے بٹھائے یہ سب چیزیں حاصل ہوگئیں، حضرت نے بڑی تکالیف اور مشقتیں برداشت کی ہیں، اس راستہ میں حضرات منتظمین کو جو مسائل درپیش ہوتے ہیں، اور جو مخالفتیں ہوتی ہیں وہ تمام حضرتؒ کو بھی برداشت کرنی پڑیں۔

......اور مولانا مان گئے:

ایک موقعہ پر ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا ڈابھیل میں آٹھ۔دس روز قیام تھا اور اسی قیام کے دوران جیسا کہ حضرت کا معمول تھا دیگر مدارس (راندیر، ترکیسر، بھروچ وغیرہ) میں تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں ترکیسر میں کچھ ایسے حالات پیش آئے تھے کہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحبؒ نے استعفاء دے دیا تھا، وہ استعفاء قبول

نہیں کیا گیا تھا،لیکن مولانا نے یہ طے کرلیا تھا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں گا، چناں چہ ہم ترکیسر گئے اور وہاں حضرت نے مولانا کو تنہائی میں بلا کر حالات سنے اور ایک جملہ کہا، حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ اپنے خاص لوگوں کے سامنے بار بار اس جملے کو دہرایا کرتے تھے، بڑا عجیب جملہ تھا فرمایا کہ ’’مولوی صاحب! ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیوں سے اور بڑی تکلیفیں اٹھا کر یہ ادارے قائم کیے ہیں، کیا ہماری قسمت میں ان کا اجاڑنا ہی تھا؟‘‘ اس جملے کے بعد حضرت مولانا نے سارے حالات کے باوجود اپنا ارادہ ختم کر دیا۔ اس واقعہ کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات ایسی قربانیاں دے کر ان اداروں کو بام علو تک پہنچاتے ہیں، ان کے متعلق لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ مسند پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے آرام سے کام کیا ہوگا۔ نہیں! وہ کیسی کیسی قربانیاں دیتے ہیں ان کا دل جانتا ہے، بہر حال حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں عطا فرمائی تھیں، ان میں سب سے نمایاں خوبی اعلیٰ درجے کی انتظامی صلاحیت تھی، اس سلسلہ میں حضرت اہل مدارس کو مشورہ بھی دیا کرتے تھے۔ اور اسی درد کا نتیجہ تھا کہ فلاح دارین سے براہِ راست تعلق کے ختم ہونے کو آج سالہا سال ہو جانے کے باوجود حضرت کا مزاج یہ تھا کہ از راہِ خیر خواہی تمام مدارس کے اہلِ علم کے رو بہ رو مختلف مواقع پر اپنے دردِ دل کو بڑے سوز کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے۔ آج ایسا شخص ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے جانے سے اس نوع (مدارس کے حالات کا درد اور کُڑھن) کا بھی ایک بڑا خلا واقع ہوا ہے، ایسے افراد دنیا میں بہت کم ہوا کرتے ہیں۔

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے:

حضرت کے دل میں عجیب وغریب کُڑھن تھی، آج سے ایک سال یا دو سال قبل کھروڈ میں سب کو بلایا تھا، میں سوچتا تھا کہ حضرت نے کیوں بلایا ہے؟ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حضرت کو صرف اہلِ علم کا غم تھا، حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب آتی تو اہل علم کو اس سے آگاہ کرتے، اگر اس کے نسخے زیادہ ہوتے، تو اہل علم کی خدمت میں بھجواتے کہ آپ اس کا مطالعہ کیجیے، لیکن آج ہمارے مدارس اور اہلِ علم کے طبقے پر جو سرد مہری چھائی ہوئی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت کی اتنی عنایتوں اور شفقتوں کے باوجود جن کے پاس کتابیں بھیجی جاتی تھیں، وہ پڑھتے تو کیا، یہ اطلاع بھی نہیں دیتے تھے کہ آپ کی فلاں کتاب ملی۔ حضرت کو اس کا بڑا درد تھا، چناں چہ اسی درد کے اظہار کے لیے حضرت نے کھروڈ میں گجرات کے تمام مدارس کے علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے درد کا اظہار کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے:

واقعہ یہ ہے کہ اس علمی انحطاط کے زمانہ میں، انحطاط کے اسباب کو پرکھنا اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرنا، معمولی بات نہیں ہے، ورنہ ایسے مواقع پر آدمی ناامید اور مایوس ہو کر کہہ دیتا ہے کہ جاویں جہنم میں مجھے کیا ہے! لیکن نہیں۔ صاحبزادہ مولانا اسماعیل صاحب اور ان کے بھائی حافظ قاسم سنا رہے تھے کہ ایسی بیماری اور سخت تکلیف جو ان کے لیے ناقابل برداشت تھی، اس کے باوجود اخیر تک یہ فکر تھا کہ فلاں مدرسہ میں فون کر کے پوچھو کہ تعلیم شروع ہوئی یا نہیں؟ فلاں جگہ فون کر کے پوچھو کہ تعلیم شروع ہوئی یا نہیں؟ ایسی بیماری میں جو تکلیف ہوتی ہے، وہ تصور سے باہر ہے، حضرت ایسی تکلیف میں بھی کبھی یہاں اور کبھی

وہاں بے چینی میں وقت گزارتے تھے، اور گھر والوں سے کہتے تھے کہ یہاں لے جاؤ، وہاں لے جاؤ! بہرحال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی مدارس پر نگاہ رکھنا اور ان کا خیال رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ اسی آدمی کا کام ہوسکتا ہے جس کے دل میں یہ چیز سمائی ہوئی ہو۔ آج ہم لوگوں کی ایک ایسے سرپرست، محسن اور مشفق سے محرومی ہوئی ہے جو ان صفات کا مالک تھا۔ پتہ نہیں آئندہ ایسے لوگ میسر ہوتے ہیں یا نہیں............؟؟

مع المحبرة إلى المقبرة:

بہرحال حضرت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی کتابوں کا شوق ہے۔ بعض حضرات انتظامی امور میں اعلیٰ درجے پر ہوتے ہیں، لیکن ان کا علمی و کتابی مطالعہ کا ذوق اتنا بلند نہیں ہوتا، لیکن حضرت کے اندر علمی ذوق بھی بڑا عجیب وغریب تھا۔ آپ کے پاس کوئی کتاب آئے اور آپ اس کا مطالعہ نہ کریں، یہ ہو نہیں سکتا۔ اور مطالعہ کرنے کے بعد اس میں کوئی خوبی کی چیز نظر آتی، تو جو بھی اہل علم آپ کی ملاقات کے لیے جاتے، ان کے سامنے اس کتاب کی خوبی، اس میں فلاں مضمون اور فلاں موضوع پر بہت بہترین بات، ان تمام چیزوں کا تذکرہ فرماتے۔ گویا اس طرح ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ یہ آپ کا خاص مزاج تھا۔ بلکہ اخیر زمانے میں تو بہت سی کتابیں آپ نے اپنی جیب خاص سے منگوائیں اور اہل علم کی خدمت میں پیش کیں اور اس سے بڑی کیا بات ہوگی کہ اپنا پورا کتب خانہ وقف کردیا۔

کسی بھی بڑے اور بالخصوص وہ عالم جس کا مزاج علمی ہو، اس کو اپنے کتب خانہ اور کتابوں سے جو محبت ہوتی ہے، وہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ وہ تو اس کتاب کا ایک ورق بھی کہیں جائے اس کو گوارا نہیں کرسکتا، لیکن آپ نے اپنے پورے کتب خانہ کو اہل علم کے لیے

وقف کر دیا کہ سب لوگ آ کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کھروڈ میں مستقل عمارت بنائی اور آپ کی ساری کتابیں وہاں بھجوائیں، یہ بھی آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

کم یاب خوبی:

آپ کی ایک خوبی ہر ایک کی خبر گیری کرنا تھی۔ کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہے، یا اس کو کچھ حالات پیش آئے ہیں، تو جب تک اس کے متعلق اطمینان نہ ہو جائے، اور وہ بیماری سے شفا یاب نہ ہو جائے، تب تک برابر اس کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، پوچھا کرتے تھے کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ اور اس سلسلے میں اپنی طرف سے جو تعاون کر سکتے، اس میں ذرہ برابر آپ کی طرف سے کمی اور کوتاہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ یہ بھی آپ کی ایک ایسی خوبی تھی جو آج کل بہت کم پائی جاتی ہے۔

سب ہی میرے ہیں:

اس زمانہ کے اعتبار سے سب سے بڑی خوبی ''عدم تعصب'' تھی، یہ تعصب کا زمانہ ہے، لوگ اس کو اپنی خوبی سمجھتے ہیں۔ میں اگر یہاں جامعہ ڈابھیل کی مسجد میں بیٹھ کر کسی دوسرے مدرسہ کی خوبی بیان کروں، تو یہاں بیٹھنے والا بڑا طبقہ اس کو گوارا نہیں کرے گا، تجھے یہاں جامعہ ڈابھیل کی مسجد میں بیٹھ کر اس مدرسہ کی تعریف کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ایک ایسا مزاج بنتا جا رہا ہے، مدارس میں آپس میں تعصب۔ اور تصوف کے سلسلوں میں آپس میں تعصب، ایک سلسلہ کے شیخ کے مختلف مجازین اور خلفاء میں آپس میں تعصب ہے، ہر چیز میں تعصب۔ اور جو جتنا زیادہ اس تعصب کا اظہار کرے، وہ بعض لوگوں کے نزدیک زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو اس سے دور رکھے، وہ سب کی نگاہوں میں

معیوب رہتا ہے۔

تو ہی ناداں.......:

ہمارے حضرتؒ کے مزاج کو میں نے دیکھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اختلافات تو ہوتے رہتے ہیں۔لیکن اختلافات کے موقع پر جس سے اختلاف ہو اس کی خوبی کا اقرار اور تصدیق ہونی چاہیے کہ فلاں کے اندر یہ خوبی ہے، فلاں کے اندر یہ خوبی ہے۔ ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ شکایت کرتے تھے کہ آج یہ زمانہ آ گیا کہ آپس کے اختلافات کی وجہ سے سامنے والے کی خوبیوں کا انکار کیا جاتا ہے، بلکہ اس کے خلاف اس پر الزامات اور تہمتیں لگائی جاتی ہیں، اور حضرت ایسی چیز کو پسند نہیں کرتے تھے اور ایسے تعصب کو کسی حال میں روا نہیں رکھتے تھے۔ دار العلوم میں اختلاف ہوا، دار العلوم کے دو حصے ہوئے، مظاہر کے دو حصے ہوئے، میں جب حضرت کی خدمت میں دیوبند جاتا تھا، تو میری عادت تھی کہ وہاں کے قیام کے دوران کہیں بھی جانا ہو، تو حضرت کی اجازت لے کر جاتا تھا، مجھے قبرستان قاسمی جانا ہوتا، تو حضرت سے اجازت لیتا تھا کہ حضرت آج میں فجر کے بعد فلاں قبرستان جاؤں گا۔ پھر میرے اساتذہ اور وہاں کے بڑوں کی ملاقات کرنی ہوتی، تو اجازت لے لیتا کہ میں آج وہاں جاؤں گا، تو حضرت مجھے تاکید فرماتے تھے کہ مولانا سالم صاحبؒ کی ملاقات کر لینا اور پوچھتے بھی تھے کہ ملاقات کی یا نہیں؟ اگر دیوبند میں پانچ چھ روز کا قیام ہوتا تو ایک دن کے لیے سہارنپور جاتا تھا، جب سہارنپور سے واپس آتا، تو حضرت مجھ سے پوچھتے کہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کی یا نہیں؟ تو میں کہتا کہ جی کر کے آیا، تو خوش ہوتے تھے۔ بہر حال! یہ ہمارے حضرت کا خاص مزاج تھا۔ آج کل یہ

عصبیت جو اہل علم کے طبقہ میں جڑ پکڑ چکی ہے اور جس نے ان کے افادات کے سلسلہ کو متأثر کر دیا ہے، بہت خطرناک چیز ہے۔ الحمد للہ! حضرت مولاناؒ کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کے مزاج میں ذرہ برابر بھی تعصب نہیں تھا۔ ہر ایک کے ساتھ بڑی فراخ دلی اور وسعت ظرفی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ کسی بھی ادارے سے تعلق رکھنے والا ہو، ڈابھیل، راندیر، کنتھاریہ، کہیں کا بھی ہو، آپ کے ہاں کوئی تفریق نہیں تھی، ہر ایک کے ساتھ بڑی گرم جوشی اور محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، اور یہ وہ چیز ہے جو علم اور اہل علم کو آپس میں جوڑتی ہے۔

علم ایک وحدت ہے:

بھائی! علم تو ایک وحدت ہے، ایک یونٹ (Unit) ہے۔ ہم ڈابھیل میں ہیں، کوئی راندیر میں، کوئی ترکیسر میں، کوئی کنتھاریہ میں، تو اس کی وجہ سے یہ وحدت ختم نہیں ہوتی، چیز ایک ہی ہے، جیسے نور ہوتا ہے، چار چراغ جلاؤ، دس چراغ جلاؤ، تو آپ کو فضا میں ان چار یا دس چراغوں کی روشنی میں کوئی فرق نہیں دکھے گا، پوری فضا روشن معلوم ہوگی، کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ روشنی خاص فلاں چراغ کی وجہ سے ہے، نہیں! ہمارے اہل علم کا معاملہ اسی طرح ہونا چاہیے۔

کلماتِ تعزیت اور دعاؤں کی سوغات:

بہر حال! آپ کی خوبیاں، آپ پر لکھنے والے ان شاء اللہ لکھیں گے، میں نے تو اس وقت، وقتی طور پر میرے ذہن میں جو دو چار باتیں آئیں، وہ میں نے عرض کی ہیں۔ ان سب کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی ان سب خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی

کوشش کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کی وفات سے ،ہمارے گجرات اور پورے ہندوستان بلکہ پورے عالَم میں جوخلا پیدا ہوا ہے، اپنے فضل سے اس کو پُر فرمائے اور حضرت نے اپنی زندگی میں اہل علم اور اہل مدارس کے ساتھ جو محبت اور شفقت کے معاملات کیے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا بہترین بدلہ آخرت میں عطا فرمائے ، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے ، اور آپ کی حقیقی خوبیاں تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور وہی اس کا بدلہ دینے والا ہے، ہم تو اس موقع پر خود بھی تعزیت اور تسلی کے محتاج ہیں ، اور آپؒ کے خاندان کے جو افراد یہاں موجود ہیں، آپ کے صاحب زادے، پوتے ، ہم ان کے واسطے سے پورے خاندان تک تسلی کے الفاظ پہنچاتے ہیں۔ واقعۃً اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خوبیاں عطا فرمائی تھیں، آپ لوگ بڑے سعادت مند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا باپ اور دادا نصیب فرمایا ، اور آپ کے جانے سے جو کچھ بھی کمی آئی ، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو پوری فرمائے ، دل سے دعا کریں ، اور آج جو کچھ ابھی پڑھا ہے، اس کا ثواب بھی حضرت کی روح کو پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی راہ پر پورے اخلاص اور استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

دعــاء

سبحانک اللہ وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک، اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد، وعلی آل سیدنا ومولانا محمد کما تحب وترضی، بعدد ما تحب وترضیٰ، رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ تیری مرضیات پر زیادہ سے زیادہ چلا کر تیری نامرضیات سے پوری پوری حفاظت فرما۔ اے اللہ! حضرت مولانا کی نسبت سے یہ مجلس منعقد کی گئی تھی، حضرت مولانا کی روح کو اپنی رحمت و مغفرت میں ڈھانپ لے، ہم سب کی طرف سے ان کو بہترین جزائے خیر عطا فرما۔ کروٹ کروٹ جنت نصیب فرما۔ اے اللہ! ان پر اپنا خصوصی فضل فرما، ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنا ان کے مراتب کو بلند فرما۔ اے اللہ! ان کی حسنات کو قبول فرما، ان کی سیئات سے درگزر فرما، پوری زندگی انھوں نے اپنی ہر ہر چیز کو مدارس، طلبہ اور اہل علم کے لیے قربان کیا ہے، اے اللہ! ان کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرما، ان کے ہمارے درمیان اٹھ جانے سے جو کچھ خلا اور کمی واقع ہوئی ہے، اپنے فضل سے اس کی تلافی فرما، ہم سب کو صبر اور اجر عطا فرما۔ خاص کر کے حضرت کے پسماندگان اور اہل خاندان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نواز دے۔ اے اللہ! ان پر اپنا خصوصی فضل فرما دے۔ اے اللہ! اہل

مدارس کے ساتھ حضرت نے جو احسان کیا تھا، اس کا اہل مدارس کی جانب سے ان کو اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ عطا فرما۔ ان کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند فرما۔ ہمارے اکابر جو دنیا سے تشریف لے جا چکے، ان کے جماعت اور زمرہ میں ان کو بھی مقبول مقام عطا فرما۔ اپنے فضل کا معاملہ فرما۔ ہم سب سے راضی ہو جا، ہم سب پر اپنا خصوصی فضل فرما۔ ہر قسم کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرما، ان کے وجود سے جو فتنے اٹکے ہوئے تھے، ان سے آئندہ بھی ہماری حفاظت فرما اور ان کی برکت سے جن برکات سے تو نے ہم کو نوازا تھا، ان برکات کے سلسلے کو جاری و ساری فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۰ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا ۰ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

صل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه، سیدنا و مولانا محمد و آله و اصحابه اجمعین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین.